صِبغۃ اللہ

جناب حافظ محمد ادریس صاحب

جماعتِ اسلامی اسلام آباد شہر نے ۲۳ جون ۱۹۸۹ء بروز جمعہ المبارک اپنے کارکنوں کی تربیتی نشست مسجد الشہداء آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد میں منعقد کی۔ مجھے اس نشست میں صبغۃ اللہ کے موضوع پر گفتگو کی دعوت دی گئی تھی۔ حسبِ پروگرام میں نے تربیت گاہ میں حاضر ہو کر مجوزہ موضوع پر اپنی گذارشات پیش کیں۔

۲۸ جون کو مجھے اسلامی جمعیت طلبہ کی ایک تربیت گاہ میں خانس پور جانا تھا۔ صبح کی پرواز سے راولپنڈی پہنچ گیا۔ الاکرام میں جمعیت کے ساتھیوں کا منتظر تھا۔ جیب میں سے خانس پور کے موضوعات پر تیار کیے گئے نوٹس نکالے تو صبغۃ اللہ والا قرطاس بھی نکل آیا۔ نکات اس پر درج تھے اور تقریر کی تفصیلات ذہن میں ابھی تازہ تھیں۔ بریف کیس سے قلم کاغذ نکالا اور لکھنا شروع کر دیا۔ کچھ حصہ وہیں لکھا گیا اور باقی ماندہ لاہور آ کر مکمل ہو گیا۔ اس طرح یہ مضمون تیار ہو گیا جو نذرِ قارئین ہے۔

انسان فطری طور پر رنگ و بُو کا دلدادہ ہے۔ خالقِ کائنات نے انسان کی عارضی رہائش کے لیے جس کرۂ ارض کا انتخاب فرمایا ہے، یہ بھی عالمِ رنگ و بُو کہلاتا ہے۔ یہاں ہر روز رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں، رنگا رنگ پرندے اپنی اپنی مخصوص زبان میں نغموں کا ایک رنگ باندھ دیتے ہیں۔ تتلیاں پھول پر بیٹھتی، اُڑتی اور دل کو لبھاتی ہوئی اپنے متنوع رنگوں کے ساتھ کتنی بھلی لگتی ہیں! جانور، انسان، نباتات، پھل، معدنیات، پہاڑ، مٹی، غرض ہر چیز میں رنگوں کا تنوع اور حسن پایا جاتا ہے۔ قوس قزح کا منظر تو

قدرت کبھی کبھار دکھاتی ہے مگر قوس وقزح کے سادہ ہے بلکہ ان سے بھی نہ اتر نہ رنگوں کی بوقلمونیاں کائنات میں ہر جانب پھیلی ہوئی ہیں۔

انسان نے خود بھی رنگ ایجاد کیے اور ان کے مرکبات سے نئے نئے رنگ وجود میں لایا۔ ادیبوں نے مناظرِ فطرت کے اپنے ذوق کے مطابق نقشے کھینچے اور شاعروں نے ان میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق رنگ بھرے۔ دنیا کی ہر زبان میں مناظرِ فطرت کی عکاسی کرنے والے عالی دماغ اہلِ قلم وزبان نے رنگوں کا خوب خوب تذکرہ کیا ہے۔

ہمارے اپنے ملی شاعر اور ترجمان اقبالؒ نے کہا ہے۔

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ ودمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اُکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پہ رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
حُسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن

یہ مناظرِ قدرت کی کتنی حسین عکاسی ہے۔ اِسی سے ملتی جلتی تصویر علامہ اقبالؒ نے ساقی نامہ کے ابتدائی اشعار میں بھی کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں:

ہوا خیمہ زن کاروانِ بہار — اِرم بن گیا دامن کوہسار
گل و نرگس و سوسن و نسترن — شہیدِ ازل لالہ خونیں کفن
جہاں چھپ گیا پردہ رنگ میں — لہو کی ہے گردش رگِ سنگ میں
فضا نیلی نیلی ہوا میں سُرور — ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور

انسان مختلف رنگوں کا انتخاب کرتا ہے۔ لباس، مکان، سامانِ زیست، متاعِ تعیش، سواری، غرض ہر چیز کا فیصلہ کرنے میں رنگ کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

رنگوں کے بارے میں انسان کا ذوق بدلتا رہتا ہے۔ کبھی ایک رنگ سے دل بھر جاتا ہے تو اُسے تبدیل کر دیتا ہے۔ کبھی ایک پسندیدہ رنگ سے زیادہ پُرکشش رنگ نظر آتا ہے تو اُس کے حق میں فیصلہ صادر ہو جاتا ہے۔

بیرونی اور ظاہری ساز و سامان کی طرح خود انسان کی اپنی زندگی اور باطن کا بھی ایک رنگ ہوتا ہے۔ ظاہر کی طرح یہ باطنی رنگ بھی تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ ایک ہی رنگ میں پوری زندگی گزار دیں۔ ظاہری لباس میں جس طرح بعض لوگوں کو شوخ اور بھڑکیلے رنگ پسند ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کو دھیمے اور سپاٹ رنگوں سے پیار ہوتا ہے اُسی طرح باطنی زندگی کا بھی معاملہ ہوتا ہے۔

آج مجھے آپ حضرات نے جو موضوع دیا ہے وہ ہے "صبغۃ اللہ" یعنی اللہ کا رنگ۔ اِس رنگ کا ذکر خود اللہ نے اپنی زندہ ولازوال کتاب القرآن الحکیم میں کیا ہے۔ ارشاد ہے:

"اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ (کہہ دو) اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں"۔ (سورہ البقرہ - ۱۳۸)

اِس آیت کا ایک ترجمہ مفسرین قرآن نے اُردو زبان میں یہ بھی کیا ہے:

"ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کر لیا اور اس کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے؟ اور ہم اُسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں"۔

دونوں ترجمے درست ہیں اور دل کو لگتے ہیں۔

اِس آیت سے قبل اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ ان انبیاء کے پیروکاروں نے صبغۃ اللہ چھوڑ کر دوسرے رنگ اختیار کر لیے تھے۔ خصوصاً یہودیوں نے تو یہودیت ہی کو اصلی رنگ سمجھ لیا تھا۔ اِسی طرح عیسائیوں کے ہاں بھی روایتی اصطباغ (بپتسمہ) ہی دین کی بنیاد بن کر رہ گیا تھا۔ لِلّٰہیت کو جو انبیاء کی بعثت کا مقصدِ حقیقی اور ان کے پیغام کا جوہرِ اصلی تھا، فراموش کر دیا گیا تھا۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ رنگ تمہیں اللہ ہی کا اپنانا ہوگا۔ سوال یہ ہے

کہ اللہ کا رنگ کونسا ہوتا ہے۔ ہم نے مختلف رنگوں کے نام تجویز کر رکھے ہیں۔ ہم ان رنگوں کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ رنگ چند ایک نہیں، بلکہ بے شمار ہیں، ان میں سے کونسا رنگ اللہ کا رنگ ہے۔ سفید، سیاہ، سُرخ، سبز، زرد، نیلا.... کونسا رنگ؟ نہیں، ان میں سے کوئی بھی رنگ نہیں جسے رنگوں کے خالق کا رنگ کہا جائے۔ وہ ایک ایسا رنگ ہے جس کی کوئی مثال ان رنگوں میں نہیں ملتی۔ نہ اُسے سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، نہ اُسے کسی رنگ کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ - ۱۱)

(کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (انعام - ۱۰۳)

(نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے)۔

یہ وہ رنگ ہے جس کی محض ایک جھلک ان لوگوں کے شب و روز میں نظر آتی ہے، جو اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا ہو جانا کتنے عظیم مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ مگر اس عظیم مقام کو حاصل کرنے والے ہر دور میں قلیل رہے ہیں۔ یہ مشکل گھاٹی ہے اور سہل پسند انسانوں میں سے کم ہی مشکل گھاٹیوں کو عبور کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں " فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ..... (مگر انسان نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی)۔ (البلد - ۱۱)۔

یہ رنگ کتنا حسین، کتنا پیارا، کتنا پختہ اور کتنا قابلِ اعتماد ہوتا ہے، نہ کبھی اُترتا ہے، نہ پھیکا پڑتا ہے بشرطیکہ اس رنگ میں رنگ جانے والا اس کی حقیقی قدر و قیمت سے باخبر ہو جائے اور اس کی لذت سے آشنائی حاصل کر لے۔ بعض اوقات کوئی شخص اس رنگ سے ملتا جلتا رنگ اپنے اُوپر چڑھا لیتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھیں (صاحبِ بصیرت نہ کہ صاحبِ بصارت) تو پہچان لیتی ہیں کہ رنگ اصلی نہیں بلکہ نقلی ہے مگر عام لوگ اسے اصلی ہی سمجھتے رہتے ہیں کیونکہ ہر شخص اتنا باریک بین نہیں ہوتا جو اس لطیف فرق کو سمجھ سکے۔ ہاں البتہ جس کی جانب یہ رنگ منسوب ہوتا ہے وہ چاہے تو

کبھی کبھار جعلی رنگ والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں ان کا بھانڈا کیا پھوڑنا، ایک دن خود ان کا رنگ پکار اٹھے گا کہ میں اصلی نہیں، جعلی تھا، مگر کبھی کبھار وہ اس دنیا میں بھی ان جھوٹے دعوے داروں کی قلعی کھول دیتا ہے۔

صبغۃ اللہ سدا بہار رنگ ہے۔ اس رنگ میں رنگ جانے والوں کو ایک نظر دیکھ کر دل پکار اٹھتا ہے کہ اس کائنات کا حسن انہی کے دم قدم سے ہے، یہی زمین کا نمک اور یہی پہاڑی کا چراغ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ صبغۃ اللہ کے کچھ نمونے آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ یوں تو نمونے بے شمار ہیں اور ہر نمونہ اپنی مثال آپ ہے، مگر اس مختصر نشست میں چند ایک نمونوں پر ہی اکتفا کرنا ہوگا۔

پہلا نمونہ میں نے سیدنا عثمان بن عفانؓ کی سیرت سے منتخب کیا ہے۔ میں نے سوچ سمجھ کر یہ نمونہ چنا ہے جس آیت میں صبغۃ اللہ کا ذکر ہے اس کے بارے میں ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کے خونِ مقدس کا ایک چھینٹا اس آیت پر بھی پڑا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس رنگ میں رنگ جانے کے بعد اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب سے ایسا گہرا تعلق قائم کر لیا تھا جو کبھی کمزور نہ ہوا۔ ابتلاء و آزمائش میں بھی یہ رنگ پھیکا نہ پڑا اس لیے کہ اصلی رنگ تھا اور اصلی رنگ کبھی نہیں اڑتا۔ مصحفِ عثمانی کا وہ نسخہ جو شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کے زیرِ مطالعہ تھا، تاشقند میں کئی لوگوں نے اسے دیکھا۔ بعض لوگوں نے اپنے سفرناموں میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ مصحف شریف کے پہلے سیپارے کے آخر میں جہاں صبغۃ اللہ والی آیت ہے، خون کے چھینٹوں کے آثار اب تک اس صفحے پر موجود ہیں۔ امام مظلوم کے خونِ مقدس سے رنگین ہونے والی آیات کا ترجمہ ایک بار پھر ذہن میں تازہ کر لینا چاہیے۔

"وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں لہٰذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلہ میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا" (سورۃ البقرہ، آیات ۱۳۷-۱۳۸)

ابن سعد نے بھی طبقات میں یہی لکھا ہے کہ خون کے چھینٹے ان آیات پر پڑے (طبقات

ابن سعد۔ بحوالہ سیرت حضرت عثمان غنی از ابن شکور صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

سیدنا عثمانؓ آسمانِ ہدایت کے ستاروں کے درمیان ایک تابناک ستارے کی حیثیت سے جگمگاتے رہیں گے۔ ان کے مناقب و فضائل سے حدیث و تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ان تفصیلات کا نہ یہ موقع ہے نہ اِس وقت اُن کی فہرست گنوانا پیشِ نظر ہے۔ یہاں آنجنابؓ کی حیاتِ مقدسہ کے آخری لمحات سے چند روشن کرنیں دکھانا مقصود ہے۔

مصر سے آنے والے بلوائیوں نے مدینہ منورہ میں اودھم مچا رکھا تھا۔ اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ عمر رسیدہ خلیفہ راشد اپنے گھر میں محصور ہو گئے تھے۔ مدینہ کے کنوؤں کا پانی بھی اس گھر تک نہ پہنچنے دیا جا رہا تھا۔ شب زندہ دار خلیفہ راتیں نوافل اور تلاوتِ قرآن میں گزارا کرتے تھے اور دن کو روزے سے ہوتے تھے۔ اپنی جان بچانے کے لیے اُن کے پاس کئی راستے تھے، مگر انھوں نے ان میں سے کوئی بھی راستہ اختیار نہ کیا۔ کیونکہ ہر متبادل میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ تھی۔ یہ رکاوٹ کسی اور کی طرف سے نہیں تھی، بلکہ رسالت مآب کی احادیث نے پابند کر رکھا تھا۔ صبغۃ اللہ کا اصل امتحان تو ایسے ہی وقت میں ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت موجود تھی اور وہ خلیفہ راشد کے اشارۂ ابرو پر فسادیوں سے جنگ لڑنے کے لیے آمادہ تھے، مگر خلیفہ راشد نے اپنی جان بچانے کے لیے مدینہ کی حرمت کو حلّت میں بدلنے سے انکار کر دیا۔ اُن کے سامنے اپنے آقا و مولا کا یہ ارشاد تھا:

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے بعض صحابیؓ کو بُلا دو۔ میں نے کہا، حضرت ابوبکرؓ کو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، مَیں نے کہا حضرت عمرؓ کو؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں، میں نے کہا حضرت عثمانؓ کو؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، جب حضرت عثمانؓ آئے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم ہٹ جاؤ، آپؐ حضرت عثمانؓ سے سرگوشی کرتے جاتے تھے اور عثمانؓ کے

چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا، جب یوم دار ہوا (جس دن حضرت عثمان رضؓ کے مکان کا محاصرہ کیا گیا تھا) اور ان کا گھر میں محاصرہ کر لیا گیا تو ہم نے کہا اے امیر المومنین آپ ان محاصرین سے کیوں نہیں لڑتے؟ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ میں اس پر صبر کروں گا۔ ایک روایت میں اس کے آگے یہ اضافہ ہے کہ حضرات صحابہ کا یہ خیال ہے کہ وہ سرگوشی یا وہ معاہدہ اسی دن کے لیے تھا۔" (مسند احمد، ابن سعد، البدایہ والنہایہ)

ان سے ان کے چچا زاد بھائی اور طاقت ور گورنر امیر معاویہ بن ابوسفیان نے درخواست کی تھی کہ یا تو شام سے فوجیں منگوالیں اور یا خود مدینہ چھوڑ کر شام چلے آئیں مگر انہوں نے فوجیں بلوانے سے انکار کر دیا کہ اس طرح تو مدینہ میں خونریزی ہوگی اور مدینہ سے دمشق چلے جانے کو بھی قبول نہ کیا کہ مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ یا تو باغیوں سے لڑنے کا حکم دیں یا شام چلے جائیں اور یا مکہ کا رُخ کریں اور وہاں جا کر مقیم ہو جائیں، مگر آپ نے ان کے جواب میں فرمایا:

"اگر میں نکلوں اور ان سے لڑوں تو میں ہرگز وہ پہلا آدمی رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے بعد نہیں ہونا چاہتا جو آپ کی امت میں خونریزی کرے اور اگر میں مکہ معظمہ چلا جاؤں تو یہ لوگ میرے خون کرنے کو حلال نہ سمجھیں گے مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے قریش کا جو آدمی مکہ میں بے دینی کرے گا اس کے اوپر تمام عالم میں سے آدھا عذاب ہوگا اور میں ایسا قریشی نہیں ہونا چاہتا۔ (اور مجھے اپنے نفس پر کیا اعتبار) اور یہ کہ میں ملک شام چلا جاؤں، شام والے، شام والے ہیں۔ اور ان میں حضرت معاویہ بھی ہیں، مگر میں اپنے مقام ہجرت کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔"

(مسند احمد۔ البدایہ والنہایہ)

وہ فسادیوں کے مطالبہ کو قبول کر کے بھی جان بچا سکتے تھے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر یہ مطالبہ کیسے مانا جا سکتا تھا جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کے سامنے تھا۔

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے عثمانؓ! اُمید ہے کہ خداوند تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا تو لوگ اس کو اُتارنا چاہیں تو تم مت اُتارنا"۔ (جامع ترمذی ۔ مسند احمد)

تاریخِ انسانی میں بڑے بڑے مظالم ڈھائے گئے۔ امام مظلوم سیدنا عثمان بن عفان کی شہادت مظلومیت کی انتہائی دردناک داستان ہے۔ آخری ایام کا ہر لمحہ پہاڑ تھا۔ ہر لمحے کی تفصیل تاریخ میں درج ہے۔ ہر لمحہ صبغۃ اللہ میں رنگی ہوئی اس شخصیت کی عظمت پر گواہ ہے۔ دُنیا سے رُخصت ہو جانے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

"حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کے پاس آیا تاکہ انہیں سلام کروں اور آپ محصور تھے۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا "میرے بھائی کے لیے مرحبا میں نے آج رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دریچے میں یا اس گھر کی دریچے میں دیکھا ہے، آپ نے فرمایا اے عثمان! ان لوگوں نے تیرا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں ۔ آپ نے فرمایا تجھے پیاسا کر دیا ہے؟ یعنی پانی روک لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں تو آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا۔ میں نے اُسے پیا۔ یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔ اور میں اس پانی کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں اور آپ نے مجھ سے فرمایا اگر تمہارا منشا ہو تو اُن کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرنا۔ میں نے اس بات کو اختیار کر لیا ہے کہ آپ کے پاس افطار کروں گا"۔ پس یہ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔ (البدایہ والنہایہ)

صبغۃ اللہ میں رنگ جانے والے فرد کو اپنے اہل خانہ اور جملہ متعلقین کو بھی اسی رنگ میں رنگنے کی فکر کرنی چاہیے۔ ہمارے ہاں یہ شکایت عام ہے کہ تحریکِ اسلامی کے کام میں گھر والے، بیوی بچے، عزیز رشتہ دار تعاون نہیں کرتے بلکہ بسا اوقات رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے کسی شخص کو صبغۃ اللہ کی نعمت عطا فرمائی ہے تو اُسے اس نعمت کو اپنے گرد و نواح میں عام کر دینا چاہیے۔ اگر یہی رنگ اس کے اہل و عیال پر چڑھ جائے گا تو اُسے ہر کٹھن منزل سہل نظر آنے لگے گی۔ اُسے اطمینانِ قلب حاصل ہوگا اور مشکل فیصلے آسان ہو جائیں گے۔ (باقی)

خوشخبری

عالم اسلام کی عظیم شخصیت، اسلام کے عظیم مفکر اور مایہ ناز مصنف یگانۂ زمانہ وعلامۂ دہر شیخ المفسرین والمحدثین، استاذ العلماء حضرت العلامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

کی یاد میں

ماہنامہ "النصیحۃ" چارسدہ کی بے مثال اور یادگار پیشکش

"علامہ افغانی نمبر"

ماہ اگست ۱۹۸۹ء کو منصۂ شہود پر آرہا ہے۔

چند لکھنے والے

- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک
- مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال
- مسلم دیوان مولانا عبدالقدوس قاسمی صاحب پشاور
- شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب لاہور
- شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک
- مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اکوڑہ خٹک
- مولانا صوفی عبدالحمید صاحب گوجرانوالہ
- مولانا لطافت الرحمان سواتی بہاولپور یونیورسٹی
- مولانا مفتی حافظ غلام الرحمان اکوڑہ خٹک
- مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ (انڈیا)
- مولانا انظر شاہ مسعودی (انڈیا)
- جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کراچی
- مولانا زاہد الحسینی صاحب مدظلہ دارالارشاد اٹک شہر
- شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحب مدظلہ راولپنڈی
- مولانا افضل الرحمان صاحب مدظلہ ڈیرہ اسمٰعیل خان
- مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ گوجرانوالہ
- مولانا سعید الرحمان علوی لاہور
- مولانا مدرار اللہ مدرار مردان
- مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ کلاچی

و دیگر اہل قلم حضرات کی رشحات ملاحظہ کیجئے:

اشتہارات، مضامین اور نمبر طلب کرنے کیلئے فوری رابطہ قائم کیجئے

مولانا محمد ایاز حقانی ناظم علامہ افغانی نمبر ماہنامہ النصیحۃ چارسدہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ